(آخری قسط)

مولانا سعید الحق جدون*

رسم قرآنی اور اختلاف قراءات پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

اسلامی ماخذوں سے بے خبری

اکثر مستشرقین اسلامیات کے بنیادی ماخذ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ عربی زبان جانے بغیر اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ تحقیق کا مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی نقطہ نگاہ بنیادی مآخذ پر مبنی ہونا چاہیئے۔ خصوصا قرآن کی صحت جیسے اہم ترین موضوع پر اظہارِخیال کرتے ہوئے وہی بات کرنی چاہیئے جو واضح، قطعی اور ناقابلِ تردید ہو۔ کسی مسئلہ پر مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ہمیں اس اصولی بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ وہ کس معیار کے مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی نقطہ نگاہ اختیار کرتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں مآخذ کی تقسیم اور درجہ بندی کا کوئی اصول موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں نے قرآن ، حدیث ، سیرت اور تاریخ میں باضابطہ طور پر مآخذ کی درجہ بندی کی ہے۔ شیخ عبدالحق اور دیگر لوگوں نے طبقاتِ کتب حدیث کا تعین کیا ہے۔ جو مقام پہلے اور دوسرے درجہ کی کتبِ حدیث کو حاصل ہے تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب کو حاصل نہیں ہے۔ احادیث و روایات کی قبولیت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ محدثین نے قبول حدیث کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں ۔ جرح و تعدیل کے واضح اصول موجود ہیں ۔ اسما الرجال کا علم محض اس لئے منظم و مرتب ہوا کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے احادیث نقل ہوئی ہیں ان کے احوال کو جانا جا سکے۔ مستشرقین اس قسم کی کسی درجہ بندی سے نہ تو واقف ہیں نہ وہ تحقیق کے دوران اس طرح کی کوئی تمیز ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بخاری شریف اور الجاحظ اور الاغانی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان کے مطلب کی بات الاغانی جیسی غیر معتبر کتاب سے ملتی ہے اور بخاری شریف میں اس سے مختلف بات موجود ہے تو وہ الاغانی سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

---

* لیکچرر گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول چینئی گدون

تضادات

مستشرقین ایک طرف کہتے ہیں کہ قرآن کا متن ایک طویل عرصے تک محفوظ نہیں کیا گیا دوسری طرف ولیم میور (Willium Muir) جیسا شخص پورے شد و مد سے ثابت کرتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں مکمل طور پر محفوظ کرلیا گیا تھا۔ مستشرقین نے عہدِ عثمان میں تیار ہونے والے نسخے کو مشکوک بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نسخہ کی نقل تھا دوسری طرف مصحف صدیق کے بارے میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ناقص تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا نقطہ نگاہ یہ بھی ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں تھا اور اس دور میں قرآن مجید کا کوئی مکمل نسخہ تیار نہیں ہوسکا تھا (۱۳)۔ آئندہ سطور میں اس پہلو پر حقائق پیش کیے جائیں گے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں بھی ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ تھا اس سلسلے میں چند حقائق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

حفظ قرآن

نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے حفظ کرلیا جاتا۔ اگر ہم صحابہ کرام کے معاشرے کے ذہنی رجحانات کا جائزہ لیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس دور میں قرآن اور صحابہ لازم و ملزوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی بیان کرتے وقت الگ سے ان کے حافظ قرآن ہونے کی صفت کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی جاتی تھی۔ کیونکہ اکثر لوگ کسی نہ کسی طرح حافظ قرآن تھے۔ ابن الندیم نے ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں حفاظ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ ان صحابہ کرام میں یہ حضراتِ گرامی شامل ہیں: عبداللہ بن عمرو بن العاص، قیس بن صعصعہ، سعد بن منذر بن اوس، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر الجہنی، ابوالدردا، تمیم داری، معاذ بن الحارث الانصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابی حثمہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن الصامت، عثمان بن عفان، عبداللہ بن طلحہ، ابوموسی الاشعری، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، عبادہ بن صامت، ابوحلیمہ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عباد، ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن ذوالبجادین، عبید بن معاویہ، ابوزید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۱۴) اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں علامہ بدرالدین عینیؒ نے شرح بخاری میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں دیگر بہت سے حفاظ صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے۔

حفاظ صحابہ کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب احد کی لڑائی کے بعد شہدائے احد کو دفن کرنے کا مرحلہ آیا تو کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں کئی کئی صحابہ کو اکٹھے لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ ایک کپڑے میں ایک سے زیادہ صحابہ کرام کو لپیٹتے وقت آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سب زیادہ قرآن کس کو آتا تھا۔ ترمذی شریف میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:فکثر القتلی وقلت الثیاب قال:فکفن الرجل والرجلان والثلث فی الثوب الواحد ثم یدفنون فی قبر واحد۔ قال فجعل رسول اللہ ﷺ یسال عنھم بھم کثر قرآنا۔ فیقدمہ لی القبل۔صحابہ کرام میں سے بہت سے شہید ہوئے اور کفن کے لیے کپڑوں کی قلت ہوگئی تو ایک دو یا تین صحابہ کرام کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ دریافت فرماتے کہ ان میں سے سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟ پس جس شخص کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہوتا اسے قبلہ کی طرف رکھتے۔

حضور ﷺ کا اس انداز سے سوال فرمانا ایھم اکثر قرانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہدائے احد میں قرآن سب کو یا اکثر کو یاد تھا۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ یاد تھا۔ ورنہ آپ ﷺ محض کمی زیادتی ہی کے دریافت فرمانے پر اکتفانہ فرماتے بلکہ یہ بھی دریافت فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں ،اس استفسار نبوی ﷺ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ حفظِ قرآن اور تعلیم کتاب اس طرح صحابہ میں عام تھی کہ وہ ہر ایک کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کس کو کتنا قرآن آتا ہے۔

بیئر معونہ کو کچھ صحابہ کرام قرآن کی تعلیم کے لیے جارہے تھے کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے مسلمانوں میں سے ستر حفاظ کو بھیجا گیا کہ وہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں۔ کیا یہ بات اس کی دلیل نہیں کہ اس وقت اس سوسائٹی میں حفاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ ایک مقام پر لوگوں کی تعلیم کے لیے بھیجے جانے والوں کی تعداد ستر تھی تو روزانہ جو جماعتیں اور وفود تعلیم قرآن کے لیے مختلف قبائل کو جاتے تھے انہیں نگاہ میں رکھیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سوسائٹی میں حفاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ مدینہ طیبہ کے اندر بھی تو مقامی ضرورت کیلئے حفاظ موجود ہوتے ہوں گے۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں مہاجرین وانصار کے جو افراد شہید ہوئے ان میں سے ستر صحابہ حافظ قرآن تھے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو لکھا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے سے حفاظ قرآن کے ناموں پر مبنی فہرستیں مرکز کو روانہ کریں تاکہ بیت المال سے ان کے وظائف مقرر کیے جائیں ۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے تنہا اپنے علاقے سے تین سو سے کچھ اوپر صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی پر مشتمل فہرست ارسال کی۔ (۱۶)

کتابت وحی

کتابتِ وحی کے سلسلے میں تفصیلی روایات ملتی ہیں کہ نزول وحی کے فورا بعد اس کولکھ لیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت حضرت زید بن ثابت سے مروی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں: ۔ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی نہیں چل سکوں گا۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپؐ اس کی اصلاح فرما دیتے پھر اسے لوگوں کے لئے لے آیا جاتا۔

عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن کے مکمل شکل میں موجود ہونے پر مزید دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔ مثلا نبی کریم ﷺ کے بارے میں لاتعداد روایات موجود ہیں کہ آپ مختلف نمازوں میں کون کون سی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد سورتوں کے فضائل بیان فرمائے۔ مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے قرآن کی مخصوص سورتیں تلاوت کرنے کی ترغیب دی۔ فضائلِ سورت پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن عہد نبوی ﷺ میں مرتب شکل میں مکمل طور پر موجود تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورتوں میں آیات کی تعداد، ان کی طوالت اور ان کے نام عہدِ نبوی ﷺ میں معروف تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ، جبریلؑ کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور آخری سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر مستشرقین کی بات ایک لمحہ کے لیے مان لی جائے کہ قرآن مکمل حالت میں عہدِ نبوی ﷺ میں ہی موجود نہیں رہا تھا، تو اس صورت میں جبریلؑ، حضور ﷺ کو یاد دلا دیتے کہ قرآن کے فلاں فلاں حصے غائب ہو گئے ہیں۔ اس حوالے سے Rodwell نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لکھواتے تھے وہ ایک صندوق کے اندر جمع کرتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت وہ سارا کچھ ایک جگہ اکٹھا موجود تھا۔

نزول وحی کے فورا بعد کتابت قرآن کے بارے میں مزید تفصیلات مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابوداود، ابن حبان، حاکم کی متدرک کے علاوہ فتح الباری میں بھی موجود ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔ طبرانی نے بھی عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن

مجید کے مکمل طور پر لکھے جانے اور حافظوں میں محفوظ ہونے پر اپنی اوسط میں ثقہ رجال سے روایت بیان کی ہے۔اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی سے ایک روایت مروی ہے:قال عثمان رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ ﷺ مما یاتی علیہ الزمان وھو ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشی دعا بعض من کان یکتب فیقول: ضعوا ھولاءِ الایاتِ فِی السورِ التی یذکر فِیھا کذا و کذا۔ فِاذا نزِلت علیہِ الای فیقول: ضعوا ھذِہ الای فِی سورۃ یذکر فِیھا کذا و کذا۔حضرت عثمان سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کر دیں۔مسند احمد حنبل میں عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:تانِی جِبرِیل فمرنِی ان اصنع ھذِہ الآی ھذا لِموضِعِ مِن ھذِہِ السورۃِ اِن اللہ یامر بِالعدلِ والِاحسانِ ۔میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو جو فلاں سورت کی ہے ۔فلاں مقام پر درج کردوں۔اور وہ آیت یہ تھی۔ اِن اللہ یامر بِالعدلِ والِاحسان (۱۸)

یہ حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصے کا ضائع ہو جانا محال تھا اس قسم کے شواہد یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ جو ہستی اس سلسلے میں اس قدر محتاط ہو کیا اس نے قرآن غیر مربوط اور نامکمل شکل میں ہی امت کو دے دیا ہو گا؟ حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری اگرچہ اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے تاہم عالمِ اسباب میں بھی حضور ﷺ کے ذریعے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔عرضہ اخیرہ میں حضور ﷺ نے حضرت جبریل کو دو مرتبہ قرآن سنایا اس کے بعد چھ ماہ کے عرصے میں کیا حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول ہی نہ ہوئی کہ جو کتاب میں دے کر جا رہا ہوں کیا وہ مکمل شکل میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ آپ ﷺ کو حضرِ اجل کا خیال ذہن میں ڈال دیا گیا ہو۔اس قسم کی فروگذاشت تو ایک معمولی ذمہ دار شخص بھی نہیں کر سکتا۔

نزولِ قرآن کی کیفیت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید کو حضور ﷺ نے ترتیب بھی دیدی تھی۔مثلاً سورہ البقرہ کی کچھ آیات ایک ہی دن نازل ہوئیں اور حضور ﷺ نے یہ آیات ایک کاتب مثلاً زید بن ثابت کو لکھوا دیں۔انہیں لکھوانے کے بعد آپ ﷺ نے معمول کے مطابق پڑھوا کر سن بھی لیا۔اس کے بعد باقی صحابہ نے بھی ان آیات کو لکھ لیا۔پھر اس کے بعد کچھ اور آیات نازل ہوئیں۔جن میں کچھ سورہ بقرہ اور کچھ سورہ آل عمران کی تھیں۔آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے ان کا مقام بتا دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس

کے مطابق ان آیات کولکھوا دیا۔ پڑھوا کر سنا اور پھر ان کی اشاعت فرما دی۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ جب سورہ البقرہ کی گیارھویں آیت لکھی گئی تو حضور ﷺ نے اسے سنا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ نے صرف اسی ایک آیت کو سنا۔ یا اس سے پہلے کی دس آیات بھی سنیں یا کم از کم وہ آیت سنی جو گیارھویں آیت کے متصل واقع ہے۔ اس کو بھی سنا۔ ظاہر ہے کہ صرف گیارھویں آیت سننے سے یہ تو واضح ہو جائے گا کہ یہ آیت گیارھویں یعنی اپنے نمبر پر لکھی گئی ہے یا نہیں؟ جب تک کہ کاتب کے پاس پہلے کی نازل شدہ اس سورت کی تمام کی تمام دس آیات لکھی ہوئی موجود نہ ہوں اور ان کا ربط ان آیات کے ساتھ نہ ہو۔

عہد صدیق میں جمع قرآن مقصد اور نوعیت

عہدِ نبوی ﷺ اور عہد صدیقی میں قرآن کی کتابت اور جمع قرآن کی کاروائی میں مقصد اور نوعیت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہے ۔ اس دور میں جمع قرآن کے اقدام کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا موجود ہی نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں لکھا ہوا موجود تھا۔ اس کے لاتعداد نسخے مکمل شکل میں موجود تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا مرتب شکل میں موجود تھا تو پھر عہدِ صدیقی میں دوبارہ اس کاروائی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس بات کو ہم روایات کی روشنی میں واضح کریں گے۔ الاتقان میں خطابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: انما لم یجمع ﷺ القرآن فی المصحف وقد کان القرآن کتب کله فی عهد رسول الله ﷺ لکن غیر مجموع فی موضع واحد۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں جمع نہیں فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید مکمل طور پر لکھا تو جا چکا تھا۔ لیکن وہ یکجا نہیں تھا اسی طرح ایک اور روایت بھی الاتقان میں ہے: (۱۹) حارث محاسبی فہم السنن میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی کتابت کوئی نئی بات نہ تھی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ لیکن اس وقت یہ رقاع، اکتاف اور عسیب میں متفرق و منتشر حالت میں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اسے مرتب طریقے سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ ان اوراق کی طرح تھا جو حضور ﷺ کے گھر سے پائے گئے تھے ان میں قرآن منتشر طور پر لکھا ہوا تھا۔ اسی کو جامع نے جمع کر دیا۔ اور ایک دھاگے کے ساتھ اس طرح پرو دیا کہ اس میں سے کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا

امام حاکم نے مستدرک میں روایت بیان کی ہے: جمع القرآن ثلاث مرات حداها بحضر النبی ﷺ ثم خرج بسند علی شرط الشیخین عن زید ابن ثابت قال: کنا عند رسول الله ﷺ نولف القران من الرقاع الثانی بحضر بوبکر۔ (۲۰) قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد میں جمع ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک سند پر جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے، بیان کیا ہے کہ زید

بن ثابت نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر قرآن کو مختلف پرچوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔ دوسری مرتبہ قرآن جمع کرنے کا کام عہد صدیقی میں ہوا۔ تیسری مرتبہ یہ کام عہدِ عثمانی میں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن کو کتابی شکل میں اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے کتابی شکل تو اسی وقت دی جاسکتی تھی جب یہ یقین ہو جاتا کہ اب مزید وحی نازل نہیں ہونی اور آئندہ جو وحی نازل ہونی تھی اسے کس جگہ رکھنا تھا۔ یہ اسی وقت ممکن تھا جب کہ قرآن مکمل نازل ہو چکا ہوتا۔ ان تمام حقائق و شواہد کی موجودگی میں یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہونے کے باوجود عہدِ صدیقی میں دوبارہ اس کام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ عہدِ نبوی ﷺ میں جونہی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اسے لکھوالیا جاتا۔ لیکن چونکہ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے قرآن کو بین الدفتین یا ایک کتاب کی شکل نہیں دی کہ اسے سرکاری نسخہ کہا جاتا۔ لیکن یہ بین الدفتین شکل عہدِ صدیقی میں دی گئی۔ عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صدیقی کے مصحف میں فرق صرف اسی قدر تھا کہ حضور ﷺ باقاعدہ ایک معیاری نسخہ، جسے سرکاری حیثیت حاصل ہو، امت کو دے کر نہیں گئے۔ لیکن ایک سرکاری نسخے کے نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرتب نسخہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت تو لاتعداد نسخے معرض وجود میں آچکے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک سرکاری نسخہ تیار کروا دیا۔ چونکہ مصحفِ عثمانی کو مشکوک بنانے کیلئے مستشرقین مصحف صدیق کو بھی غلط انداز سے پیش کرتے ہیں اس لئے مصحف صدیق کی تیاری کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔ (۲۱)

مراجع و مصادر

(۱) القرآن، الحجر:۹ (۲) خلاصہ مباحث قرآن حکیم اور مستشرقین از ڈاکٹر ثناء اللہ
(۳) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۱۶۱ مطبعہ ازھریہ مصر
(۵) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران ج۲، ص:۲۹۰ (۶) البرھان ج۱، ص:۲۳
(۷) بخاری، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف: حدیث نمبر:۴۹۹۲
(۸) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران ج۱، ص:۷۸ (۹) ابن جزری، طبقات القراء ج۱، ص:۲۹۲
(۱۰) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران ج۱، ص:۷۸ (۱۱) علوم القرآن، مولانا تقی عثمانی ص:۵۵
(۱۲) ڈاکٹر ثناء اللہ، قرآن اور مستشرقین، ص:۴۹ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پرنٹنگ پریس اسلام آباد ۲۰۱۴ء
(۱۳) نولڈیکے، تاریخ قرآن، ص:۷۸ (۱۴) الفہرست، ابن ندیم (۱۵) ترمذی
(۱۶) کنزل العمال (۱۷) علامہ بدرالدین عینی، شرح عمدالقاری (۱۸) مسند احمد حنبل
(۱۹) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القران، باب الثانی عشر (۲۰) مستدرک امام حاکم
(۲۱) ڈاکٹر صبحی صالح، علوم القرآن ص:۱۲۲